صہبائے عرفانی

علامہ سید وجاہت حسین ناظم اجتہادی نبیرۂ سلطان العلماء رضوان مآبؒ

مبارک ہو مبارک اے جوانانِ گلستانی — وہ دیکھو آ رہا ہے ابر برساتا ہوا پانی

چلی ٹھنڈی ہوا بازار فصادوں کا گرمایا — رگِ وحشت میں دوڑا خونِ شوقِ چاک امانی

اصول عاشقی اوراق گل میں بلبلیں پڑھ لیں — گلستاں میں کھلا ہے مکتب تعلیم نسوانی

صبا آخر اُڑاہی لے گئی خوشبو گلِ تر کی — تھی نرگس آپ ہی مخمور کیا کرتی نگہبانی

شجر گردوں سے باتیں کررہے ہیں بے زباں ہوکر — درختوں میں ہوا نے پھونک دی ہے روح حیوانی

کھِلائے نامیہ کے فیض نے یہ گل زمانے میں — کہ شاخ بار ور بَن بَن گئے خار بیابانی

زمیں ہر چیز میں روحِ نباتی پھونکے دیتی ہے — ذرا ٹیکا عصا اور پھوٹ نکلیں کُوپلیں دھانی

وہ آیا ابر بارندہ وہ سبزہ لہلہا اُٹھا — گیا موسم خزاں کا سوکھے دھانوں میں پڑا پانی

غشی سے آنکھ نرگس نے بھی کھولی دو ہی چھینٹوں میں — ہیں بوندیں اوس کی یا قطرہ ہائے آب حیوانی

کسی مہوش کی زہریلی نگاہیں قہر ڈھاتی ہیں — کیے دیتی ہیں اس سبزے کو کاہی جو کہ ہے دھانی

روش کی آڑ میں ہر سمت وہ جھرمٹ حسینوں کے — ہے اپنے عہد کا ہر ایک گویا یوسف ثانی

کوئی نرگس کو اپنی مدبھری آنکھوں سے تکتا ہے — کوئی بکھرائے گیسو محوِ سیر سنبلستانی

یہ مانا حسن بڑھ جاتا ہے کچھ بالوں کے کھلنے سے — مگر دیکھوں میں کن آنکھوں سے زلفوں کی پریشانی

کہیں عشاق شوق قتل میں سرخم کئے حاضر — کسی مہوش کے نازک ہاتھ میں تیغ صفاہانی

نمک پاشی کوئی کرتا ہے زخم دل پہ ہنس ہنس کر — کوئی لذت کش گریہ ہے محو اشک افشانی

کسی نے پھول چُن چُن کر سر بستر بچھائے ہیں — کسی کے اشک خونی سے ہوا ہے فرش افشانی

بہ آسائش کوئی انگڑائیاں لے لے کے سوتا ہے — کوئی محبس میں کروٹ لے نہیں سکتا بآسانی

اسیران قفس گھٹ کر کہیں فریاد کرتے ہیں — لگا دے آگ زنداں میں ذرا اے سوز پنہانی

قدم رنجہ یہاں بھی ایک دن یہ بھی ہے گھر اپنا — قفس کی بھی خبر لے لے ذرا اے خانہ ویرانی

ذرا اے موسم گل دل کے زخموں کو ہرا کردے — اسیران قفس بھی دیکھ لیں سیر گلستانی

عجب کیا گر بنے باغ خلیل اعجاز موسم سے — کیے جا یوں ہی اے آہ شرر بار آتش افشانی

یہ محویت گلستان جہاں کی سیر میں ناظمؔ یہ غفلت آسماں کے دور میں ہے اے وائے نادانی

چمن کی سیر کب تک پڑھ ذرا تحریر پیشانی خط قسمت کا سرنامہ ہے نقش خانہ ویرانی

محیط دہر میں غافل کہاں تک بڑھتا جائے گا زہر کار فلک بیرون توانی رفت نتوانی

شبِ مہتاب میں کب تک سماں دیکھے گا گلشن کا سوئے گور غریباں چل جو ہو کچھ جذب روحانی

وہاں کا بھی تو عبرت ناک منظر دیکھ لے چل کر نظر آتا ہے ذروں میں جہاں کے عالم فانی

وہ پچھلی رات کی چپ چپ وہ سناٹا زمانے کا وہ شمعوں کی سرِ گور غریباں اشک افشانی

وہ آثار سحر وہ جھلملانا شمع تربت کا نکلنا وہ کسی کا گھر سے بہر فاتحہ خوانی

کہیں تو جل اُٹھے ہیں اور کہیں کُملا گئے ہیں گل اثر آہیں بھی رکھتی ہیں بقدر سوز پنہانی

وہ نالے ان دلوں کے جن کا دم گھٹتا ہے تربت میں اثر میں جس طرح ڈوبی ہوئی فریاد زندانی

مری جاں اپنے عاشق کی لحد تم نے نہ پہچانی وہی تربت تھی جس پر رو رہی تھی خانہ ویرانی

نہ پڑھتے فاتحہ دم بھر لحد پر بیٹھ تو جاتے ہمیں تم یاد تو کرتے نہ کرتے اشک افشانی

ارے او جانے والے ایک ٹھوکر تو لگاتا جا اسی رفتار کا کشتہ ہوں میں نے چال پہچانی

خدا رکھے مری تربت کے اس ٹھکرانے والے کو ملی مجھ کو لحد میں راحتِ گہوارہ جنبانی

جو دل ہوتا تو رکھتا زیر پا مجبور ہوں لیکن کہ ذرات لحد میں مل گئے اجزائے جسمانی

کہاں تم اور کہاں تربت مری کیونکر ہوا آنا کھچی ہے قبر کے تعویذ پر تصویر حیرانی

یہ درد انگیز قصے سن کے ناظمؔ دم الجھتا ہے کرو کچھ اور باتیں داستان غم ہے طولانی

بہ امید شفا ساقی سے درد دل کہو اپنا سنا ہے وہ مسیحائی میں بھی رکھتا نہیں ثانی

نہ ہوں گے کارگر ساقی اصول طب یونانی بجھے گا آتش تر سے ہمارا سوز پنہانی

بچالے تیغ ناکامی سے ساغر دے کے فدیئے میں مٹائے دل میں اسماعیل حسرت کی ہے قربانی

ابھارا قلقل مینا نے کیا کیا بزم رنداں میں نہ حال دل کہا ساقی سے ہم نے وائے نادانی

نہیں ڈر کاتب اعمال کا پی تو بھی اے واعظ ہوائے دل کے جھونکوں نے اُڑا دی فرد عصیانی

حریص مے کو خالی جام دے کر ہنس نہ اے ساقی وہ خود ہی کھینچ لے گا مے بزور جذب روحانی

نگاہ گرم ساقی سے تڑق جاتے ابھی شیشے تری پہنچا نہ دیتا گر ہماری آنکھ کا پانی

نہ غش آ جائے موسیٰ کی طرح ہشیار اے ساقی سر طور زباں پھر دیکھ اک مطلع ہے نورانی

بڑھا دے بحر مئے کی ساقیا اس درجہ طغیانی کہ پہنچے خانۂ کعبہ میں کشتی ہو کے طوفانی

ہمیشہ آج کی تاریخ واں اک جشن ہوتا ہے — ملائک منتظم ہیں اور خدا اس جشن کا بانی

خدا نے کی ہے قائم یادگار اس کی ولادت کی — کہ جس کے دم سے قائم ہوگئے ارکان ایمانی

چل اے ساقی سجاوٹ آج واں کی دیدنی ہوگی — ذرا دیکھیں بہار مولدِ محبوب سبحانی

ملائک بھی ائمہ بھی رُسُل بھی جمع سب ہوں گے — فضائے عالم امکان میں یہ جلسہ ہے لا ثانی

خدا نے خلد سے سامان زینت کا کیا ہوگا — فلک سے ابر نیساں کر رہا ہوگا دُر افشانی

سر محفل گل گلزار جنت کے وہ گلدستے — ہے جس کا ہر گل تر طُرّۂ دستار سلطانی

اُڑا ہے رنگ گلہائے جہاں یوں فرط حیرت سے — کہ بالائے ہوا بھی آج ہے لطفِ گلستانی

بچھی ہے چار جانب چاندنی ماہ منور کی — سروں پر شامیانہ بن گیا ہے ظلِ سبحانی

میان رہ گذر پھیلی ہوئی یاقوت کی سرخی — زمیں پر ہر طرف چھڑکا ہوا تسنیم کا پانی

نشاں سجدوں کے بالائے جبیں اس طرح تابان ہیں — کہ اک اک حرف پڑھ لو خط قسمت کا بآسانی

کہیں دل کے کنول روشن ہوئے ہیں نور ایماں سے — کہیں لودے رہے ہیں بزم میں لعل بدخشانی

خدائی رات ہے گھر میں خدا کے وہ چراغاں ہے — کہ جس کے نور سے اسلام کی دنیا ہے نورانی

ادھر قسمت نے چمکایا ہے کوکب ارض کعبہ کا — ادھر قدرت نے تاروں میں بڑھا دی ہے درخشانی

لئے چل ساقیا ان سب مریضان محبت کو — کہ ابر تر نے کچھ پڑھ پڑھ کے چھڑکا ہے وہاں پانی

خدا کے گھر ہے محبوب خدا کا جشن پیدائش — سپرد ساقئ کوثر ہے ان رندوں کی مہمانی

بہت تاخیر کی ساقی جو چلنا ہو تو جلدی چل — ابھی تو کاٹنی ہیں ہم کو منزلہائے طولانی

نہ کر اتنا تساہل اب کہ محفل ختم ہوجائے — چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

میں اب دم بھر ٹھہر سکتا نہیں ساقی خدا حافظ — مجھے پہنچا دیا میرے تصور نے بہ آسانی

وہ آ پہنچی سواری سرور عالم کے بھائی کی — وہ چمکا ساقئ کوثر کے سر کا تاجِ نورانی

تجمل تو ذرا دیکھے کوئی شہ کی سواری کا — ہوا ہے سایہ افگن سر پہ چتر ظلِ سبحانی

عقب میں آپ کے گیارہ اماموں کی سواری ہے — فرشتے پڑھ رہے ہیں سامنے آیات قرآنی

تلاوت کوئی سبحان الذی اسریٰ کی کرتا ہے — بقرأت کوئی جاء الحق میں کرتا ہے خوش الحانی

نقیبوں کی طرح جبریلؑ آگے ہیں سواری کے — یہ رہ رہ کر صدا دیتے ہوئے باخندہ پیشانی

ہٹو کعبہ کی جانب سے سواری جائے گی اس کی — ہے مرکب جس کا پشتِ صاحبِ معراج جسمانی

یہ سنتے ہی صدا دی خانۂ کعبہ نے خوش ہوکر — اَلَاَ قَدْ جَآءَ مَنْ قَوِیَ بِہِ الرَّحْمٰنُ اَرْکَانِیْ

بڑھا شوق عبادت آستینوں کے الٹنے کو
چلا کوثر کہ میں دے دوں وضو کے واسطے پانی

زبانوں پر ہے قَدْ قَامَتْ صَلوٰۃُ الصُّبحِ فِی الْکَعْبَه
دلوں میں سب کے شوق اقتدائے نفس ربّانی

صفِ اول میں خالی چھوڑ کر جائے ائمہ کو
رسولوں نے مرتب کیں صفیں باخندہ پیشانی

بچھایا اُٹھ کے یوسف نے مصلّٰی حسن وخوبی سے
اذاں دی حضرت داؤدؑ نے باصد خوش الحانی

ہوئے زینت دہِ محرابِ کعبہ قبلۂ عالم
مصلّے پر قدم رکھتے ہی چمکا نور پیشانی

اقامت کے لئے دین محمدؐ ہوگیا قائم
علیؑ تعظیم کو اُٹھے مع ارباب ایمانی

بلائیں جھک کے لیں محراب نے تکبیر کہتے ہی
صدا مولود کی اپنے حریم حق نے پہچانی

صف اول میں جب تک کہہ نہ لی تکبیر اماموں نے
رسولوں کو رہی نیت سے مانع مرتبہ وانی

یہ جب سے یادگار اس کی شریعت میں ہوئی قائم
کہ نیت میں صف اول کی تابع ہے صف ثانی

ہوئے فارغ امام خلق تسلیم و تشہد سے
وظیفہ پڑھ کے رکھ دی شکر کے سجدے میں پیشانی

یہ جتنا سر جھکاتے ہیں بلندی بڑھتی جاتی ہے
یہ ہے اُلٹی ترقی دیکھئے تو شان ربانی

اُٹھے پڑھتے ہوئے تسبیح زہراؑ شوہر زہراؑ
ہوا صلّ علیٰ کا غل بقدر جوش ایمانی

ائمہ کو رسولوں نے جگہ دی صدر محفل میں
علیؑ آئے سر منبر بقصد تہنیت خوانی

یہ جشن فرحت افزا ہے قریب ختم ہاں ساقی
مئے کوثر سے کر دے آج ان رِندوں کی مہمانی

مئے دنیا نہ دینا ساقیا یہ خانۂ حق ہے
چو کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی

چلیں ساقی کو لے کر باغ میں ہو لطف مینوشی
یہ حسرت ہے کہ برسے اور برس کر پھر کھلے پانی

سبو ہو، جام ہو، مینا ہو، ہم ہوں اور ساقی ہو
نسیم صبح کے جھونکے ہوں اور سیرِ گلستانی

ہرے ہوں زخم دل بھی کروٹیں لیتا ہو سبزہ بھی
وہی ہو ہاتھ میں ساغر بھی جس کا رنگ ہو دھانی

صراحی میں نہیں یہ آتش ترکی چمک ساقی
نہاں ہے جیب کے اندر کفِ موسیٰؑ عمرانی

مرے ساقی کی وہ توبہ شکن چتون ارے توبہ
وہ اس مہتاب سے چہرے پہ زلفوں کی پریشانی

ڈبو دے جامۂ تقویٰ کو ساقی آتش تر میں
بنا دے قوتِ اعجاز سے اس آگ کو پانی

کھڑے ہیں ہندوالے دیر سے شوق زیارت میں
نکل کعبے کے دل سے او مراد قلب ایمانی

وہاں خطبہ پڑھا تھا تہنیت کا تو نے اے ساقی
میں ان مستوں کی محفل میں کروں گا تہنیت خوانی

ذرا دیکھ آسمانِ مدح پر شق القمر ہے یہ
کہ میرے مطلع روشن کے دو مصرع ہیں نورانی

پئے نصرت مبارک ہوں وہ ہاتھ اے دین ربانی
ید اللہ نے بھی بیعت جن سے کی باخندہ پیشانی

مبارک اس زچہ خانے کو وسعت صحن عالم کی
نہاں ہے جس میں شہر علم مثل راز پنہانی

مبارک آمنہ خاتون کو وہ چاند سا بچہ
قصور شام جس کے پرتو رخ سے ہیں نورانی

وہ آیا ابر رحمت رنگ وہ بدلا زمانے کا
مبارک اپنی سرسبزی تجھے اے کشت روحانی

مبارک تجھ کو اے علم لدنی چاند سا سینہ
مبارک تجھ کو اے مہر نبوت پشت نورانی

مبارک باد جبریل امیں بھی تجھ کو دیتے ہیں
ہوئی منزل تری آباد چل اے وحی ربانی

اُٹھاؤ لوح سے رحل اقامت آؤ منزل پر
مبارک اپنا حامل تم کو اے آیات قرآنی

یدِ قدرت نے تجھ پر حسن کی تصویر کھینچی ہے
مبارک دامن صحرائے مکہ یہ درخشانی

ترے آغوش والے سے بھلا یوسف کو کیا نسبت
کہ یہ ہے صاحب شق القمر وہ ماہ کنعانی

نشاں ہے جامۂ اصلی پہ یاں مہر نبوت کا
وہاں دست زلیخا کی نشانی چاک دامانی

قصیدہ ختم کر اب مصرع تاریخ ہجری پر
مسخر کرچکی محفل کو ناظم تیری لسانی

مرا دل بڑھ گیا تعریف کی ان سب نے خوش ہوکر
نشاط افروز دل افزا ہے یہ صہبائی عرفانی

۲　۳　۳　۱　ھ

کس منہ سے ہوسکیں گے یہ مہمانِ اہلبیتؑ

علّامہ نجم آفندی مرحوم

تاریخ ہے گواہ کہ ہر ایک دور میں
کیا متحد رہے ہیں غلامان اہلبیتؑ

کیوں آج ہوں نہ شاد عدو اہلبیتؑ کے
آپس میں لڑ رہے ہیں ثناخوان اہلبیتؑ

قربان کررہے ہیں وہ اغراض پر اصول
کل تک تھے جان ودل سے جو قربان اہلبیتؑ

ان کا اگر یہ طرز عمل ہو تو ہے بجا
حاصل نہیں ہوا جنھیں عرفان اہلبیتؑ

غیرت نہ آئے گی جو کسی نے کیا سوال
ہوتے ہیں ایسے تابع فرمان اہلبیتؑ

دربار اہلبیتؑ میں جانا ہوا اگر
کس منہ سے ہوسکیں گے یہ مہمان اہلبیتؑ

خدمت ہو پُرخلوص محبت ہو پُرخلوص
وہ نذر چاہئے جو ہو شایانِ اہلبیتؑ

ایثار کی تپش میں گزاریں وہ زندگی
جن کو ہے فکرِ سایۂ دامانِ اہلبیتؑ